Vol. 5No.1 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

زیڈ-اے بخاری کی خودنوشت میں سیاسی وسماجی عناصر

SOCIO-POLITICAL ELEMENTS IN AUTOBIOGRAPHY OF Z-A BUKHARI

ڈاکٹر عرفان توحید

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر پروین کلو

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

صائمہ اقبال

لیکچرار شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

Zulfiqar Ali Bukhari not only a poet, he is also a journalist and a musician. After the Partition of India, he migrated to Pakistan and served there as the Director General of Radio Pakistan. He wrote his memoirs entitled "Sarguzasht" which was read with great interest for its prose style and full of interesting events. It is a literary master piece which impresses the reader with the help of fine description. This autobiography is the glaring example of social and political aspects of Subcontinent and Great Britain. It captures the status of an authentic document in the history of Indian Radio. The author has described his autobiography realistically. The autobiography under mention can be compared with the masterpiece autobiographies of Urdu literature. Despite this, it is being ignored.

Keywords: Autobiography, Socio-political, Aspects, Urdu, Literature, Subcontinent

کلیدی الفاظ: خودنوشت، سیاسی وسماجی، پہلو، اُردو، اَدب، برصغیر

معروف براڈ کاسٹر سیّد ذوالفقار علی بخاری جنھوں نے ریڈیو کی دنیا میں زیڈ-اے بخاری کے نام سے شہرت پائی۔ ان کی تحریر کردہ آپ بیتی "سرگزشت" معارف لمیٹڈ کراچی سے ۱۹۶۶ء میں چھپ کر منظرِ عام پر آئی۔ آپ بیتی ۵۵/ ابواب میں منقسم اور ۳۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہندوستان کی سیاسی و سماجی، معاشی و معاشرتی اور تاریخی و تہذیبی صورت حال کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ آپ بیتی برصغیر کی ریڈیو نشریات کی مستند تاریخی دستاویز کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ اس میں براڈکاسٹنگ کی دنیا کے حالات و واقعات کو تفصیلی اور دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

زیڈ-اے بخاری ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بیک وقت ایک شاعر، صداکار، موسیقار، ہدایت کار اور اچھے منتظم بھی تھے۔ ان کو مختلف زبانوں سے بھی دل چسپی تھی، یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اُردو، انگریزی، فارسی، پنجابی، عربی اور پشتو زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ ہر آدمی ایک شخص تو ہوتا ہے مگر ہر شخص میں ایک مکمل شخصیت کا ہونا ناممکن ہے۔ زیڈ-اے بخاری کو اگر دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ شخص کم اور ایک مکمل شخصیت زیادہ ہیں۔(۱) سیّد ذوالفقار علی بخاری کی آپ بیتی "سرگزشت" کے بارے میں قدرت اللہ شہزاد بیان کرتے ہیں:

Vol. 5No.1 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

”سید ذوالفقار علی بخاری کا تعلق چونکہ ریڈیو سے رہا ہے اس لیے عام تاثر یہی ہو سکتا ہے کہ ان کی ”سرگزشت“ میں ریڈیو کے حوالے سے ہی ذکر ہو گا لیکن نہیں یہ تو بارہ مصالوں کی چاٹ ہے جسے کوئی بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔“(۲)

اگر بغور دیکھا جائے تو ہر شخص کی زندگی میں کچھ مشاہدات و واقعات ایسے ہوتے ہیں جو معاشرے میں بسنے والے دوسرے لوگوں کے لیے دل چسپی کا ذریعہ بن سکتے ہیں لیکن مصنف کی بھرپور اور پر رونق زندگی میں ایسے حالات و واقعات کی کثرت ہے۔اگرچہ یہ بات بھی درست ثابت ہوتی ہے کہ ان کے مشاہدہ، باریک بینی اور منفرد اظہار بیان نے واقعات کو دل چسپ بنا دیا ہے مگر اس بات سے مفر بھی ممکن نہیں ہے کہ کیسے ایک عام آدمی کی زندگی میں اتنے زیادہ غیر معمولی واقعات بھی پیش آ سکتے ہیں۔بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ ”سرگزشت“ سوانح عمری نہیں بلکہ آپ بیتی ہے جس میں بھرپور انداز میں جگ بیتی کے تمام عناصر کو بطور خاص شامل کر دیا گیا ہے۔(۳) آپ بیتی میں جا بجا فارسی، عربی اور اردو کے محاورات، اشعار کے بر محل استعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف اظہارِ بیان پر نہ صرف عبور رکھتا ہے بلکہ مختلف زبانوں کے الفاظ کی آمیزش سے ایک ادبی چاشنی پیدا کرنے میں بھی کامیاب ثابت ہوا ہے۔

مصنف آپ بیتی میں خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں: ”وہ اردو ہی کیا جس میں عربی اور فارسی کی چاشنی نہ ہو“(۴) یہی وجہ ہے کہ ”سرگزشت“ کے بارے میں مکمل صداقت سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ آپ بیتی اردو ادب کی آپ بیتیوں میں ایک قابلِ ذکر مقام کی حامل ہے۔(۵) مصنف کے بڑے بھائی احمد شاہ بخاری انگریزی زبان کے پروفیسر تھے۔انگریزی اور اردو زبانوں پر عبور کا یہ عالم تھا کہ وہ بنیادی اصول و ضوابط، محاورات، روزمرہ اور لغت کے معاملات میں اہلِ زبان شاعر اور ادیب حضرات سے کہیں بہتر تھے۔احمد شاہ بخاری اور ذوالفقار علی بخاری کے بارے میں زبان دانی کے حوالے سے فیض احمد فیضؔ کا تجزیہ ایک سند کا درجہ رکھتا ہے:

”علم کے معاملے میں دونوں بھائی اپنی جگہ استاد سے کم نہ تھے۔ بڑے بخاری صاحب کا انگریزی اور مغربی ادب کا مطالعہ بہت وسیع تھا...... چھوٹے بخاری صاحب نے اپنی توجہ اُردو اور فارسی کی طرف کی۔ان کا طریقہ بھی صرف زبان کے فرق سے وہی تھا جو بڑے بخاری صاحب نے اختیار کیا تھا۔یعنی بال کی کھال اتارنا، تلفظ، املا، ماخذ، معنی، استعمال، غرض ہر بات میں کمال، دونوں اہل زبان کو مات کرتے تھے۔وہ انگریزی کے اہل زبان کو مات کرتے تھے، یہ اردو کے اہلِ زبان کو، زبان کے بارے میں تجسس اور تحقیق دونوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔“(۶)

آپ بیتی میں مصنف نے واقعات کو درج کرنے کے لیے زمانی ترتیب کا بالکل خیال نہیں رکھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انسانی زندگی مختلف قسم کے واقعات اور مشاہدات سے عبارت ہے جو معاشرے میں موجود کسی شخص کو بالواسطہ یا بلاواسطہ پیش آتے رہتے ہیں۔اب اس بات کا فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ کون کون سے امور پہلے تحریر کرنے کے قابل ہیں اور کن حالات کو بعد میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ان کا کہنا بہت حد تک بجا معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک وہ کوئی تاریخ دان نہیں ہیں کہ وہ زمانی ترتیب کے اصول کی پیروی کریں چوں کہ مصنف کی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

زندگی میں ریڈیو سے تعلق ایک منجدھار کی سی حیثیت رکھتا تھا، اس لیے انھوں نے آپ بیتی میں ریڈیو کی ملازمت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

انگریز حکومت کی جانب سے فورٹ ولیم کالج کلکتہ کو ختم کر دیئے جانے کے بعد انگریزوں نے شملہ میں آر۔سی ہیڈکوارٹرز کے جنرل سٹاف میں مشرقی زبانوں میں امتحان لینے کا ادارہ قائم کیا۔جہاں انگریز فوجی اور انتظامیہ کے افسران کو امتحان کے بعد اسناد جاری کی جاتی تھیں۔ اس محکمہ کا نام "بورڈ آف ایگزامینرز" تجویز کیا گیا تھا۔ مصنف کو خوش قسمتی سے اکیس سال کی عمر میں اس بورڈ کے ایک ممبر کے طور پر ملازمت مل گئی تھی۔ بورڈ آف ایگزامینرز کے ممبر کی حیثیت سے آپ کی ملاقاتیں بڑے بڑے حکومتی عہدے داروں سے ہوا کرتی تھیں۔ان میں وائسرائے، کمانڈر انچیف اور انتظامی عہدوں پر فائز افسران شامل تھے۔آپ نے کچھ عرصہ اس محکمہ میں گزارہ یہاں آپ کے انگریز تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔انھی انگریز شاگردوں میں سے ایک جو کہ گورنر پنجاب کا اے۔ڈی۔سی تھا، اس نے مصنف کی صلاحیتوں کو بھانپ کر براڈکاسٹنگ کے شعبہ میں جانے کا مشورہ دیا۔ان دنوں خوش قسمتی سے مشہور براڈکاسٹر فیلڈن، لندن سے انگریز حکومت کی طرف سے ریڈیو براڈکاسٹنگ کے لیے ہندوستان بلوائے گئے تھے۔فیلڈن انگلینڈ کے وزیراعظم بالڈون کے گہرے دوست، ہندوستان کے وائسرائے کے چہیتے، بی بی سی لندن کے تجربہ کار، خاندانی رئیس، زندہ دل انسان اور ایک جاذب نظر شخصیت کے حامل تھے۔ریڈیو سے منسلک مصنف کے دوستوں میں سجاد سرور نیازی، اسرار الحق مجاز اور آغا اشرف جبکہ بعد میں آنے والوں میں رشید احمد، اشتین قطب، جی کے فرید، ن م راشد، حفیظ ہوشیارپوری، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور ملک حبیب شامل تھے۔

ذوالفقار علی بخاری کے بڑے بھائی احمد شاہ بخاری انگریزی ادب کے سابق پروفیسر، سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور، سابق سفیر پاکستان، اقوامِ متحدہ کے سابق اسسٹنٹ سیکریٹری، پطرس کے قلمی نام کے حامل معروف ادیب جن کو حکومت پنجاب نے ریڈیو کے پہلے سلیکشن بورڈ کا ممبر مقرر کیا تو فیلڈن سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔بعد میں فیلڈن کی خواہش پر احمد شاہ بخاری کو ریڈیو کے صدر دفتر میں بطور ڈپٹی کنٹرولر تعینات کیا گیا۔مصنف کو بعد میں ترقی دے کر اسسٹنٹ اسٹیشن ڈائریکٹر اور آپ کے بڑے بھائی کو بطور اسٹیشن ڈائریکٹر ترقی دے دی گئی تھی۔ان دنوں سردار دیوان سنگھ مفتون نے دونوں بھائیوں کی ریڈیو میں اس قدر ترقی پر ریڈیو کو "بخاری برادرز کارپوریشن" کا خطاب دیا۔یہ خطاب بہت جلد مشہور ہوگیا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مصنف کے احباب کو بھی بخاری برادرز کارپوریشن کا حصہ ہی کہا جانے لگا۔

ذوالفقار علی بخاری کی داستانِ حیات میں نہ صرف سیاسی و سماجی عوامل کا گہرا شعور پڑھنے کو ملتا ہے بلکہ ہندوستان کے مذہبی، معاشی اور تہذیبی ورثہ کی بھی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔آپ بیتی میں مصنف نے اپنے عہد کی سیاسی صورت حال کو مثالی انداز میں بیان کیا ہے۔چونکہ انگریز آغاز ہی سے ہندوستان میں اپنے سنہری اصول "تقسیم کرو اور حکومت کرو" پر گامزن تھے، لیکن پھر بھی انھیں بہت سے علاقوں اور ریاستوں سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔پہلی جنگ عظیم سے پہلے اور بعد میں انگریزوں کے ذہنی خلفشار اور حکمرانی کے خبط میں اضافہ ہونے لگا۔اسی ذہنی خلفشار اور مغربی استعمار کے خبط میں انگریز حکومت نے بہت سی عجیب و غریب حرکات کیں۔جن سے واضح انداز میں عیاں ہوتا ہے کہ انگریز دلی طور پر ہندوستانی اقوام سے سیاسی طور پر کس قدر خوف زدہ ہو چکے تھے۔اس بات کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جیسے ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کا اپنے جائز حقوق کے حصول کے لیے آغا خاں کی قیادت میں لارڈ منٹو کے پاس وفد لے کر جانا اور انگریزوں کی طرف سے مسلمانانِ ہند کی سیاسی اہمیت کو تسلیم کرنا، مسلم لیگ کو وجود میں آنے دینا، منٹو مارلے سکیم کا نفاذ کروانا، تقسیم بنگال، تنسیخ تقسیم بنگال، پہلی جنگ عظیم کے دوران کانگریس کا مسلمانانِ ہند کے سامنے جھک جانا، میثاقِ لکھنؤ، مانٹیگو چیمس فورڈ اصلاحات کے ذریعے اپنی شکست کو تسلیم کرنا، تحریکِ خلافت میں مسلمانانِ ہند سے خوف کھا کر رولٹ ایکٹ کو نافذ کرنا، پنجاب میں مارشل لاء لگا کر بربریت کا بازار گرم کرنا، گول میز

Vol. 5No.1 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کانفرنسوں کا انعقاد کروانا، سائمن کمیشن کا ناکام ہونا، نہرورپورٹ کا ہر طرف سے مسترد ہونا، ۱۹۳۵ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ کروانا، اس وقت تک ہندوستانی اقوام میں بالعموم اور مسلمانانِ ہند میں بالخصوص آزادی کے جذبات بہت بڑھ چکے تھے۔ہندو انگریز حکومت کی غلامی میں خوش تھے، لیکن مسلمان نہ تو انگریزوں کی غلامی کر سکتا تھا اور نہ ان ہندوؤں کی جن پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک حکمرانی کی تھی۔

۱۹۳۵ء کے بعد دوسری جنگ عظیم کے آثار نظر آنے لگے تھے۔انگریز حکومت نے اپنے نام نہاد حکومتی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے ہندوستان میں ہنگامی بنیادوں پر ریڈیو کے قیام کی منظوری دی۔انگریز حکومت کی بدقسمتی تھی کہ ریڈیو کی باگ ڈور فیلڈن جیسے آزاد خیال شخص کے پاس آ گئی۔ریڈیو کے آغاز ہی میں فیلڈن کا ساتھ دینے کے لیے جن لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا، وہ تمام لوگ خوش قسمتی سے آزادی کے حصول کے جذبات سے سرشار تھے۔یہی وجہ ہے کہ ہند سرکار نے ریڈیو سے متعلقہ لوگوں کی کڑی نگرانی کا آغاز کر دیا تھا۔سی۔آئی۔ڈی کے اہلکار ان کے خطوط کو خاص طور پر کھلوا کر پڑھتے اور ان کے ٹیلی فون بھی ریکارڈ کیے جاتے تھے۔مصنف کا کہنا ہے کہ اس وقت سرکار کے لیے ریڈیو اور ریڈیو کے لیے سرکار دونوں ایک دوجے کے لیے درد سر بن چکے تھے۔کیونکہ ریڈیو کے اہلکار اپنی آزادی کے جذبات سے مجبور تھے ادھر انگریز حکومت اپنے حکمرانی کے جذبات سے بھرپور تھی۔کوئی بھی شکست تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔سرکار چاہتی تھی کہ ریڈیو والے ہر وقت ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہیں لیکن مصنف اور ان کے ساتھی حقیقت پسندی کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ریڈیو سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو دو قسم کی مشکلات کا براہِ راست سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔یعنی انھیں بیک وقت دو محاذوں پر جنگ لڑنا تھی، ایک انگریز سرکار اور دوسری کانگریس پارٹی۔اس پر سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ فیلڈن کا طبعی میلان اور ہمدردیاں کانگریس کے ساتھ تھیں۔بہت سی کانگرسی سیاسی شخصیات جن میں اہم ڈاکٹر ذاکر حسین، پنڈت جواہر لال نہرو، راج گوپال اچاریہ، سروجنی نائیڈو اور گاندھی جی کا ملنا ملانا فیلڈن سے تھا۔یہی وجہ تھی کہ فیلڈن کا جھکاؤ کانگریس پارٹی کی طرف زیادہ تھا۔

مصنف کا کہنا ہے کہ اُنھوں نے انگریز حکومت کی خواہش کے مطابق کانگریس کے رہنماؤں کو خوش کرنے اور ریڈیو کی ہندوستان میں ساکھ کو مزید بہتر بنانے کے لیے بہت سے کانگرسی ہندو قائدین جن میں اہم پنڈت نہرو، مراد جی ڈیسائی، بابو راجندر پرشاد اورامبیدکر کی تقاریر ریڈیو سے براڈکاسٹ کیں۔مصنف کی آرزو تھی کہ اب قائداعظم محمد علی جناح کی تقریر بھی ریڈیو سے نشر کی جائے۔ہزار جتن اور حد درجے انتظار کے بعد نومبر۱۹۳۹ء میں مصنف کی قائداعظم سے ملاقات ہوئی جس میں انھوں نے قائداعظم سے اپنی دیرینہ آرزو کا اظہار کیا کہ آپ ریڈیو سے تقریر فرمائیں۔قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کی درخواست قبول کر لی۔یہ خبر فوراً جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔قائداعظم کی ولولہ انگیز اور پرجوش تقریر نے مسلمانوں میں آزادی کی نئی شمع روشن کر دی۔مصنف قائداعظم کی ریڈیو پر نشر کی جانے والی تقریر کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

> "قائداعظم کی آواز تھی کہ صوراسرافیل، لہجہ تھا کہ صداقت کے سمندر
> کی لہریں، الفاظ تھے کہ ترستی مٹی پر رحمت باراں، جس جس نے
> قائداعظم کی تقریر سنی مبہوت ہو گیا۔"(۷)

قائداعظمؒ کی تقریر کا بمبئی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونا تھا کہ انگریز حکومت اور کانگریس پارٹی کے رہنما مصنف کا خون خشک کرنے پر تل گئے۔دہلی سے جواب طلبی کی گئی کہ یہ تقریر آخر کیوں اور کس کی اجازت سے ریڈیو پر نشر کی گئی۔سرکار اور کانگریس نے قائداعظم کی تقریر پر بہت سے اعتراضات اُٹھائے اور آئندہ کے لیے یہ حکم جاری کروا دیا گیا کہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق رکھنے والے سیاسی رہنما کی تقریر بغیر تحریری اجازت کے نشر نہیں کی جائے گی۔

Vol. 5No.1 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بمبئی ریڈیو کے ایک اہلکار بال سیتارام مرڈھے کرکا ذکر مصنف نے آپ بیتی میں بطور خاص کیا ہے اور ان کی احسان مندی کا تذکرہ کیا ہے۔ بال سیتارام انگریزی ادب میں انگلینڈ سے فارغ التحصیل تھے، سخت متعصب ہندو جس کی زبان پر ہر وقت ہندو مہاسبھا اور شیوا جی کا تذکرہ رہتا تھا۔۱۹۴۷ء میں جب ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو سرکار کی طرف سے پوچھا گیا کہ کون کون پاکستان میں نوکری کے لیے جانا چاہتا ہے۔ مصنف نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو سب نے ہندوستان ہی میں نوکری کرنے کی تجویز دی لیکن بال سیتارام مرڈھے کر نے پاکستان چلے جانے پر اصرار کیا، جس پر مصنف کو تعجب ہوا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب مصنف پاکستان منتقل ہوئے تو ایک دفعہ کراچی سے ڈھاکا جاتے ہوئے، ان کی ملاقات بال سیتارام مرڈھے کر سے ہوئی تو مصنف نے اس سے پوچھا کہ آخر تم مجھے فوراً پاکستان چلے جانے پر اتنا زیادہ مصر کیوں تھے۔ تو اس کا جواب مصنف نے آپ بیتی میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ”کچھ دیر تو مرڈھیکر خاموش رہا اور پھر کہا، لو اگر سننا ہی چاہتے ہو تو سنو کہ میں کیوں تم کو پاکستان جانے پر مجبور کر رہا تھا، میں راشٹریہ سیوک سنگھ کا ممبر ہوں۔ آر۔ایس۔ایس کی طرف سے مجھے حکم ملا تھا کہ تمہیں جان سے مار ڈالوں۔“(۸)

ذوالفقار علی بخاری نے آپ بیتی میں انتہا پسند اور متعصب ہندوؤں کا کھل کر پول کھولا ہے۔ مصنف کا کہنا ہے ۱۹۵۶ء میں بہار پراونشل ہندو مہاسبھا میں ایک جلسے کے دوران لالہ لاجپت رائے اور بھائی پرمانند نے اپنی تقاریر میں کہا کہ ہندوقوم سورماؤں کی قوم ہے، گوشت کھانے کی بجائے قوموں کو ہی کھا جاتی ہے۔ ہندوستان میں یونانی قوم، ہن قوم اور دوسری بہت سی قوموں کو کھا گئی مگر افسوس مسلمان قوم کو ہزار سال گزر جانے کے باوجود نہیں کھا سکی۔ تقریر کے آخر میں انھوں نے حاضرین سے کہا کہ ہندو قوم کو اپنی مردم اور قوم خوری کی عادت کو بھلانا نہیں چاہیے بلکہ فوراً مسلمان قوم کو اپنے دانتوں سے چبا چبا کر ختم کر دینا چاہیے۔ مصنف ان ہندو مقررین کی تقاریر سن کر ہندو مہاسبھا سے متنفر ہوئے اور خواب غفلت میں ڈوبی مسلمان قوم پر افسوس کا اظہار کیا جو ایک عرصہ تک ”ہندومسلم بھائی بھائی“ کا راگ ہی الاپتی رہی۔ علامہ اقبال اور قائداعظم اگر اس سوئی ہوئی قوم میں اپنے جائز حقوق کے حصول کے لیے بیداری پیدا نہ کرتے تو شاید ہندوستانی مسلمانوں کو کبھی آزادی کی نعمت حاصل نہ ہوتی۔

مصنف نے پہلی اور دوسری عالمی جنگوں سے پہلے اور بعد کی عالمی سیاسی و سماجی صورت حال کو خاص طور پر اپنی آپ بیتی کا حصہ بنایا ہے۔ جنگِ عظیم اوّل اور دوم کے بعد مختلف اقوام کے عوام، سیاسی قائدین، افواج کے افسران کا طرزِ عمل اور مشاہدات کو من و عن قلم بند کیا ہے۔ جنگِ عظیم کے بعد اتحادیوں کا جب اٹلی پر قبضہ ہو گیا تو مصنف کو سرکار کی طرف سے وردی پہنا کر جنگ کے بعد کے حالات کی رپورٹنگ کے لیے لندن سے روم بھجوا دیا گیا۔ وہاں جا کر آپ کا پالا عجیب و غریب قسم کے حالات سے پڑا۔ اٹلی میں جسموں کی خرید کے بدلے روپیہ نہیں لیا جاتا تھا بلکہ ایک آدھ ڈبل روٹی کے بدلے جسموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ جسموں کے تاجر کہتے تھے کہ ہم روپیہ لے کر کیا کریں گے۔ کیونکہ یہاں نہ کوئی کھانے کا سامان ہے اور نہ ہوٹل۔ بس روٹی دے دو اور اپنی پسند کا جسم استعمال کر لو۔ بعدازاں مخدوش حالات کے باعث اس بازار میں فوجیوں کا داخلہ بند کر دیا گیا تو طوائفوں نے شہر کے عام محلوں کا رُخ کیا۔ وہاں جب طوائفوں کا کام بڑھ گیا تو شرفا نے بھی پیٹ پالنے کے لیے جسم فروشی کا کام شروع کر دیا۔ جب اتحادی فوجی ڈبل روٹی یا کھانے کا سامان لے کر راستے سے گزرتے تو لوگ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اکیلا چھوڑ کر چلے جاتے تاکہ ان کے جسم کے سودے کے بدلے ایک وقت کا کھانا تو میسر آ جائے۔ یہ سماجی حالت اس ملک اٹلی کی

Vol. 5No.1 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

تھی جو اقتصادی لحاظ سے بہت مضبوط تھا لیکن جنگ کے بعد اس کے حالات انتہائی دگرگوں ہو گیے تھے۔آپ بیتی میں سیاسی و سماجی تجزیات قابلِ تعریف ہیں۔مصنف تیسری عالمی جنگ کے بارے میں پیشین گوئی یوں کرتے ہیں:

"دوسری جنگ عظیم، پہلی جنگ عظیم سے ہول ناک تھی۔اب کے اگر
جنگ چھڑی اور اس میں نئے مہلک اسلحہ استعمال ہوئے تو یوں سمجھ لیجیے
کہ قیامت کا نمونہ نظر آئے گا اور وہ بھی اس شرط پر کہ کوئی دیکھنے والا
باقی رہ جائے۔"(۹)

آپ بیتی میں انگلستان کی سیاسی و سماجی صورت حال کو مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔مصنف کا کہنا ہے کہ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔آزاد قوموں کو شاید اس بات کا خیال نہیں رہتا کہ وہ آزاد ہیں اور نہ اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ خدا نے انھیں کتنی بڑی نعمت سے نوازا ہوا ہے۔جب آزادی کی نعمت ہاتھ سے جانے لگتی ہے، تب اقوام اس نعمت کے دوبارہ حصول کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دینے سے گریز نہیں کرتیں۔انگلینڈ کی آزادی کو چھین لینے کے لیے جب جرمن افواج نے حملے شروع کیے تو انگلستانی قوم خوابِ غفلت سے بیدار ہونے لگی۔چرچل کی قیادت میں انگریز قوم بیدار ہو گئی اور اس قدر چاق و چوبند ہو کر میدانِ جنگ میں اتری کہ ہٹلر کی فوج کو شکست فاش دے کر انھوں نے سکھ کا سانس لیا۔

مصنف کے بقول انگریز قوم سے جب ان کی آزادی کو دوسری جنگ عظیم میں چھین لیے جانے کا وقت آیا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہوئے لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب قیامِ پاکستان کے دوران دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کے دوران مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔خواتین کے ساتھ درندگی کی گئی، بچوں کو کرپانوں،تلواروں اور نیزوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اور لٹے پٹے مہاجرین سے ان کی عزتیں اور ان کا بچا کھچا مال و اسباب بھی لوٹ لیا گیا۔غرض مسلمان مہاجرین کی ہجرت دل دہلا دینے والے اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے حقائق کی داستان بن گئی۔

ذوالفقار علی بخاری کی آپ بیتی "سرگزشت" بلاشبہ ایک ادبی شاہکار ہے۔جو عمدہ اسلوبِ بیان کے باعث قاری کو متاثر کرتی ہے۔اس میں برصغیر اور انگلستان کے سیاسی و سماجی تناظرات کی منہ بولتی تصاویر جابجا دکھائی دیتی ہیں۔آپ بیتی ہندوستان میں ریڈیو کی تاریخ پر ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ بیتی "سرگزشت" کا مقابلہ اردو کی کسی بھی اعلیٰ پائے کی سیاسی و سماجی آپ بیتی سے بآسانی کیا جا سکتا ہے، لیکن صد افسوس اسے پھر بھی ادبی حلقوں میں نظرانداز ہی کیا جاتا رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نظیر صدیقی، جان پہچان، لاہور: کاروانِ ادب، ۱۹۹۱ء، ص:۳۵
۲۔ قدرت اللہ شہزاد، آپ بیتی کے توانا لہجے، بہاولپور: ستلج پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص:۱۲
۳۔ حسن وقار گل، ڈاکٹر، اردو میں سوانح نگاری آزادی کے بعد، کراچی: شعبہ اردو جامعہ کراچی،۱۹۹۷ء، ص:۱۱
۴۔ بخاری، ذوالفقار علی، سرگزشت، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص:۱۲۸
۵۔ بخاری، ذوالفقار علی، سرگزشت، ص:۱۶
۶۔ بخاری، ذوالفقار علی، سرگزشت،ص:۹۔۱۰
۷۔ بخاری، ذوالفقار علی، سرگزشت، ص:۱۹۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

۸۔ بخاری، ذوالفقار علی، سرگزشت، ص:۲۰۷

۹۔ بخاری، ذوالفقار علی، سرگزشت، ص:۲۹۳

ماخذ:

۱۔ نظیر صدیقی، جان پہچان، لاہور: کاروانِ ادب، ۱۹۹۱ء

۲۔ قدرت اللہ شہزاد، آپ بیتی کے توانا لہجے، بہاولپور: ستلج پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

۳۔ حسن وقار گل، ڈاکٹر، اردو میں سوانح نگاری آزادی کے بعد، کراچی: شعبہ اردو جامعہ کراچی،۱۹۹۷ء

۴۔ بخاری، ذوالفقار علی، سرگزشت، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء